مولانا ریید احمد نعمانی

بعثتِ خاتم النّبیینﷺ کا اعجاز وافتخار

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاِۨ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (الاعراف:۱۵۸)

''(اے رسول! ان سے) کہو کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اب تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے اور جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرو تا کہ تمہیں ہدایت حاصل ہو۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

تشریح وتوضیح:

اس سے قبل آیات مبارکہ میں توریت اور انجیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور دونوں ملتوں سے آپ کی پیروی کرنے والوں کی فضیلت اور دارین میں سعادت کو بیان کیا گیا۔ اب آپ علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اس حقیقت کو واضح کردیں کہ یہ فضیلت وسعادت صرف مومن اہل کتاب کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ جو کوئی آپ کی پیروی کرے گا، اسے بھی یہ شرف حاصل ہوجائے گا۔ کیوں کہ آپ علیہ السلام کی بعثت عام ہے انسان و جنات کے لیے۔ جبکہ بقیہ انبیاء کرام علیھم السلام مخصوص اقوام کی جانب بھیجے گئے تھے۔ (تفسیر ابی السعود)

جبکہ تفسیر کبیر میں علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''ماقبل میں اہل تقویٰ کیلئے اللہ رب العزت نے اپنی رحمت کے اختصاص کو بیان کیا تھا اور درج بالا آیات مبارکہ میں متقین کے لیے اس رحمت کے حصول کی شرط یہ بیان فرمائی کہ وہ ''نبی امی'' کی پیروی کریں، جن کی رسالت تمام مخلوقات کو محیط ہے۔

آیت......حدیث مبارکہ کے آئینے میں

تفسیر خطیب للشر بینی میں آیت مبارکہ کے تحت درج ذیل روایات نقل کی گئی ہیں:

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے صحیحین میں کہ میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے روز۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”لوگوں کو جب قیامت میں اٹھایا جائے گا، تو میں سب سے پہلا انسان ہوں گا، اور جب وفد بن کر (اللہ تعالیٰ کے سامنے) آئیں گے تو میں ان کا راہ نما ہوں گا۔ اور جب لوگ (قیامت کی شدت و ہولناکی کے باعث) خاموش ہوں گے تو میں ان کی ترجمانی کروں گا اور جب لوگوں کو قید کردیا جائیگا تو میں ان کا سفارشی ہونگا، اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دونگا، اس دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میں اپنے رب کے یہاں بنی آدم میں سب سے زیادہ عزت واکرام کے قابل ہوں، لیکن اس میں فخر کی کوئی بات نہیں ہے۔ (بحوالہ ترمذی فی المناقب)

(۳) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز میں تمام انبیاء (کرام) کا خطیب اور ان کی شفاعت کا ہم نشین ہوں گا اور اس میں فخر کی کوئی بات نہیں۔ (ترمذی)

(۴) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یاد رکھو! میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں، لیکن اس میں فخر کی بات نہیں اور قیامت کے روز حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں، جس کے نیچے آدم اور ان کے علاوہ سب (پیغمبر وانسان) ہوں گے اور میں بروز محشر سب سے پہلا سفارشی اور وہ شخص ہوں گا جس کی سفارش سنی جائے گی اور میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ عزت کے قابل ہوں اور اس میں تکبر (کی) کوئی (بات) نہیں۔ (ترمذی)

(۵) صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میرے بارے میں اس امت کا کوئی بھی شخص خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، سنے اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہ لائے تو دوزخ میں داخل ہوگا۔ (کتاب الایمان، صحیح مسلم)

(۶) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چند باتیں ایسی عنایت کی ہیں جو کسی اور نبی کو عنایت نہیں فرمائیں۔ (۱) ہر نبی خاص اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجا جاتا تھا، مجھ کو اللہ نے ہر سیاہ وسفید یعنی عرب وعجم کے لیے بھیجا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (۲) مجھ پر نبوت ختم ہوگئی، یعنی میرے بعد کسی کو منصب نبوت

عطا نہیں ہوگا۔ (اور عیسیٰ علیہ السلام جو اخیر زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کو منصب نبوت آپؐ سے چھ سو سال پہلے مل چکا ہے، ان کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں)

(۳) مجھ کو شفاعت کا مقام عطا کیا گیا کہ قیامت کے دن اولین و آخرین کیلئے شفاعت کروں گا۔

(۴) میرے لیے غنیمتیں حلال کردی گئیں ہیں، مجھ سے پہلے کسی نبی کیلئے حلال نہیں کی گئیں۔

(۵) تمام روئے زمین میرے لیے پاک اور موضع صلوٰۃ قرار دے دی گئی کہ میری امت جہاں نماز کا وقت ہوجائے، وہیں نماز پڑھ لے۔(۶) ایک مہینے کی راہ کے فاصلے پر میرے دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا، ۷۔ اور مجھ کو جوامع الکلم عطا کیے گئے، یعنی ایسے کلمات کہ جن کے لفظ تو بہت تھوڑے اور معنی بہت۔ (گلدستہ تفاسیر)

نِکات ومَعارف:

۱: بعثتِ انبیاء کرام کی ضرورت

سوال کیا جاسکتا ہے کہ انسانیت کی رشد وہدایت کے لیے انبیاء و مرسلین کی بعثت آخر کیوں ضروری ہے، چناں چہ اس بحث کو جامع انداز میں امام المفسرین امام رازیؒ نے یوں بیان کیا ہے:

''ضرورتِ رسالت کا دعویٰ چار اصول پر مبنی ہے:

پہلا اصل۔ اس امر کو ثابت کیا جائے کہ اس عالم کا ایک زندہ، قادر اور علیم معبود ہے۔ چناں چہ اس پر الذی له ملك السموات والارض کے ذریعے روشنی ڈالی گئی۔ آسمان و زمین کے اجسام ایک زندہ، عالم، قادر اور صانع ذات پر ان اَن گنت جہتوں سے دلالت کررہے ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ جبکہ پیشِ نظر مقام پر ہم (انسانیت کے احکام الٰہیہ کے) پابند ہونے کی خوبی اور انبیاء و مرسلین کی بعثت کو اس اصل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں تو فرض کرلیا جائے کہ عالم کے لیے کوئی مؤثر ذات موجود نہیں ہے یا موجود تو ہے، لیکن از خود ہی اس سے سب کچھ سرزد ہورہا ہے، اپنے اختیار سے وہ کچھ نہیں کررہی (اگر ایسا ہے) تو پھر انبیاء و رسل کی بعثت کا قول ناممکن ہوجائے گا۔

دوسرا اصل۔ یہ بھی ثابت کیا جائے کہ کائنات کا ایک ہی معبود ہے جو شریک ونظیر اور ضد سے پاک ہے۔ چناں چہ ''لا الہ الا ہو'' سے اس کی طرف اشارہ کردیا۔ ''بعثت رسل'' کو اس کے ذریعے یوں ثابت کیا جائے گا کہ فرض کرلیا جائے کہ کائنات کے دو خدا ہیں، اور ایک نے کوئی نبی مخلوق کی جانب بھیجا۔ تو ممکن ہے کہ انسان کو رسول جس خدا کی عبادت کی دعوت دیں، وہ انسان اس کا پیدا کردہ نہ ہو بلکہ دوسرے کا پیدا کردہ ہو۔ ایسی صورت میں انسان پر اپنے (حقیقی) خالق کی پرستش اور اطاعت لازم ہوگی اور

(دوسرے الہٰ کا) پیغمبر بھیجنا اور طاعت لازم کرنا ظلم و باطل ہوگا۔ لیکن جب ثابت ہوگیا کہ کائنات کا خدا ایک ہی ہے تو اس صورت میں کل مخلوقات اس کی غلامی میں داخل ہوگئیں اور اس معبودِ حقیقی کو حق حاصل ہوگیا کہ وہ مخلوق کو احکام کا پابند بنائے، اوامر و نواہی کے لیے حکم دے۔ اس بحث سے ثابت ہوگیا کہ جب تک معبود کا ایک ہونا ثابت نہیں ہوگا، انبیاء کرام کو بھیجنا اور آسمانی کتابوں کو نازل کرنا جائز نہ ہوگا۔

تیسرا اصل۔ یہ بھی ثابت کیا جائے کہ حق تعالیٰ بعث بعد الموت پر قادر ہیں۔ کیونکہ اگر یہ ثابت نہ کیا جاسکے تو طاعات میں اشتغال اور گناہوں سے احتراز کا فائدہ نہ ہوگا۔ چنانچہ آیت شریفہ میں ''یحی ویمیت'' کہہ کر اس اصل کی طرف اشارہ فرمادیا۔ کیوں کہ اول مرتبہ اللہ رب العزت کی قدرت، پیدائش پر ثابت ہوگئی تو اسی سے احیاء ثانی اور حشر ونشر کا بھی ثبوت مل گیا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو انسان کی پہلی زندگی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے، لہٰذا اس ذات برحق کی جانب سے مطالبۂ عبودیت غلط نہیں، کیوں کہ جب انسان اللہ کی بندگی میں مشغول ہوگا تو یہ پہلی زندگی کے شکر کے قائم مقام ہوگا۔ علاوہ ازیں جب پہلی زندگی سے دوسری زندگی کا ثبوت مل گیا تو معلوم ہوگیا کہ اللہ بندے کو جزا دینے پر بھی قادر ہیں۔

چوتھا اصل! جب یہ تین اصول درست ثابت ہوگئے تو (چوتھا اصل بھی) معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء و مرسلین بھیج سکتے ہیں اور مخلوق کو احکام کا پابند بنا سکتے ہیں...... چناں چہ فرمایا فامنوا با اللہ ورسولہ (یعنی) جب عموم بعثت انبیاء ثابت ہوگئی تو صراحتاً جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بابت ارشاد فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے برحق رسول ہیں۔'' (تفسیر کبیر)

۲: مسئلہ ختم نبوت کی حقیقت

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تمام عالم کے لیے تا قیامت ہے، اسی لیے آپ پر نبوت ختم ہے۔ یہی اصلی راز ہے مسئلہ ختم نبوت کا، کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک آنے والی سب نسلوں کے لیے عام ہے تو پھر کسی دوسرے رسول اور نبی کے مبعوث ہونے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش اور یہی راز ہے امت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اس خصوصیت کا کہ اس میں ارشاد نبوی کے مطابق ہمیشہ ایک ایسی جماعت قائم رہے گی جو دین میں پیدا ہونے والے سارے فتنوں کا مقابلہ اور دینی معاملات میں پیدا ہونے والے سارے رخنوں کا انسداد کرتی رہے گی۔ کتاب وسنت کی تعبیر وتفسیر میں جو غلطیاں رائج ہوں گی، یہ جماعت ان کو بھی دور کرے گی، اور حق تعالیٰ کی خاص نصرت و امداد اسی جماعت کو حاصل ہوگی۔ جس کے سبب یہ سب پر غالب آکر رہے گی۔ کیوں کہ درحقیقت یہ جماعت ہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض رسالت ادا کرنے میں آپ کی قائم مقام ہوگی۔ امام رازی نے

آیت ”کونوا مع الصادقین“ کے تحت بتلایا ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ اس امت میں صادقین کی ایک جماعت ضرور باقی رہے گی ورنہ دنیا کو صادقین کی معیت وصحبت کا حکم ہی نہ ہوتا اور اسی سے امام رازی نے ہر دور میں اجماعِ امت کا حجت شرعیہ ہونا ثابت کیا ہے، کیونکہ صادقین کی جماعت کے موجود ہوتے ہوئے کسی غلط بات یا گمراہی پر سب کا اجماع واتفاق نہیں ہوسکتا۔“ (معارف القرآن:۴/۹۰)

۳: نظریۂ وحدتِ ادیان کی تردید

”چونکہ آپ کی بعثت عامہ ہے، اس لیے ہر فرد وبشر کے لیے آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں، آپ کا دامن پکڑے بغیر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو راضی نہیں کرسکتا۔ خواہ کتنی ہی عبادت کرتا ہو، جو ہدایت اللہ کے یہاں معتبر ہے، وہ خاتم النبیین ، رسول الانس والجان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اتباع میں مرکوز اور منحصر ہے۔ اس سے وحدتِ ادیان کے نظریے کی بھی تردید ہوگئی۔ جو لوگ اپنی جہالت سے یوں کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے اور کسی بھی طریقہ اور دین کے مطابق اللہ کی عبادت کرلے، اسکی نجات ہوجائیگی۔ (العیاذ باللہ) یہ ان لوگوں کی گمراہی کی بات ہے۔ شیطان انسان کو خدا کا منکر رکھنا چاہتا ہے اور اگر کوئی شخص اللہ کو مان لے اور اللہ کے دین پر آنا چاہے تو اسے ایسی باتیں سمجھاتا ہے، جن کی وجہ سے وہ اس دین پر نہ آسکے جو اللہ کے یہاں معتبر ہے۔ وہ اپنے خیال میں دہری بھی رہے اور مذہبی بھی رہے اور پھر آخرت میں نجات نہ پائے اور جہنم میں جائے، یہ شیطان کی خواہش رہتی ہے“ (انوار البیان: ۲/۳۹۷)

۴: اقسامِ معجزات

معجزات نبویہ کی دو اقسام ہیں۔ پہلی، جو آپ کی ذات اقدس میں ظاہر ہوئیں۔ ان میں اشرف اور نمایاں معجزہ تو یہ ہے کہ آپ علیہ السلام ”امی“ تھے، کسی استاذ سے آپ نے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا، کسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، علماء میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کا موقع نہیں ملا، اس لیے کہ مکہ علماء کا شہر نہیں تھا، اور نہ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی مکہ سے طویل زمانے تک غائب رہے کہ یہ کہنا ممکن ہوجاتا کہ اسی مدت میں آپ نے یہ سارے علوم حاصل کرلیے۔ اس سب کچھ کے باوجود اللہ رب العزت نے آپ پر علم وتحقیق کا دروازہ کھول دیا۔ قرآن کریم نازل فرمایا جو اولین وآخرین کے علوم کا جامع ہے۔ چناں چہ علوم کا اظہار، آپ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

دوسری قسم وہ ہے، جو آپ کی ذات سے باہر رونما ہوئے۔ مثلاً شقِ قمر، انگلیوں سے پانی ابلنا۔
آیت مبارکہ میں پہلی قسم کیلئے ”النبی الامی“ اور دوسری کیلئے ”کلمات“ کا لفظ بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر)

۵: اتباع، مدارِ نجات ہے: جب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قوی دلائل

سے ثابت ہوگئی تو اس کے بعد ضروری تھا کہ وہ طریقہ بھی ذکر کر دیا جائے، جس کے ذریعے آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی تفصیل معلوم ہو سکے۔ چناں چہ اس کا ایک ہی طریقہ ہے......آپ کے اقوال وافعال کی طرف رجوع اور اتباع۔ اللہ رب العزت نے واتبعوہ کہہ کر اس طرف اشارہ فرمایا۔ مُتابَعت، فعل اور قول دونوں میں ہوتی ہے۔ قولی اطاعت تو یہ ہے کہ مومن امر ونہی، ترغیب وترہیب کے بارے میں آپ علیہ السلام کے ارشادات مبارکہ پر عمل پیرا ہو۔ جبکہ فعلی متابعت یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عمل کیا جائے خواہ اس کا تعلق کیے جانے والے امور سے ہو یا نہ کیے جانے والے امور سے۔(تفسیر کبیر)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے کل راستے بند ہیں، بجز اس راستے کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا۔(معارف القرآن)

حاصل کلام: یہ اللہ رب العالمین کا بے پایاں فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا فرمایا۔ کون نہیں جانتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے رات رات بھر دربارِ الٰہی میں گریہ وزاری کرتے رہے اور اللہ رب العزت سے امتیوں کی نجات ومغفرت کی دعائیں مانگتے رہے۔ مگر الم انگیز اور کرب آمیز بات یہ ہے کہ آج امت کی اکثریت اوندھے منہ دنیاوی واخروی ہلاکت وبربادی کی جانب لڑکھڑی رہی ہے۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ فتنے، ٹوٹی ہوئی مالا کے دانوں کی طرح پے درپے سامنے آرہے ہیں۔ کچھ غیروں کی سازشوں کا اثر اور کچھ اپنی نفس پرستی، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کا نتیجہ کہ بچاؤ اور اطمینان کا راستہ سجھائی نہیں دے رہا۔ بلاشبہ مادیت اور دجالیت دور حاضر کا عظیم فتنہ ہے۔ تاہم مادیت کے سیلاب بلاخیز کے آگے بند باندھنے کے لیے مذکورہ آیت میں یہ عظیم پیغام موجود ہے کہ ہم اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اونچے مقام ومرتبے کا کسی درجہ احساس کریں اور آپ سے ایمانی وروحانی تعلق ونسبت کے تقاضوں اور مطالبوں پر واقعتاً عمل پیرا ہونے کا آغاز کردیں۔ سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کو خود اپنایا جائے، اہل وعیال، دوست واحباب اور دائرۂ اثر میں بصیرت وحکمت کے ساتھ اس کی مؤثر دعوت دی جائے۔ دشمنان اسلام بہ خوبی جانتے ہیں کہ مکین طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کی آخری جائے پناہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ایمانی رشتے اور ربط کو مختلف طریقوں، حیلوں اور سازشوں کے ذریعے مخدوش بنانے کی کوششیں عروج پر پہنچ چکی ہیں۔ حالات مایوس کن، واقعات اعصاب شکن اور خطرات روز افزوں، تاہم اتباعِ سنت کا عزم بالجزم رکھنے والوں کے لیے نصرت الٰہیہ کا وعدہ یقینی اور حتمی ہے۔ کیا وقت نہیں آگیا کہ اس درس کو ایک مرتبہ پھر پختہ کیا جائے اور عظیم نبوی بشارات کا مستحق بنا جائے؟